QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 01 Issue No: 04 (2024)

صوفیانہ تفسیر کی استنادی حیثیت: ایک تحقیقی جائزہ

THE AUTHENTICITY OF SUFI EXEGESIS: A CRITICAL STUDY

Nisar Ahmad
Ph.D Scholar, Department of Islamic & Arabic Studies,
University of Swat
Email ID: nisarkabal123@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0009-0008-6538-6748
Waqas Muhammad
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Arabic Studies,
University of Swat
Email ID: wmuhammad878@gmail.com

Abstract
This study critically examines the authenticity and scholarly status of Sufi exegesis, commonly referred to as Tafsīr al-Ishārī (allegorical or allusive exegesis), within the broader tradition of Qur'anic interpretation. Sufi exegetes have sought to elucidate not only the apparent meanings of Qur'anic verses but also the spiritual, ethical, and mystical insights perceived by those engaged in spiritual discipline and contemplation. However, the interpretive validity of such insights raises important methodological and theological questions concerning their evidentiary basis, relationship with the apparent meaning of the Qur'an, and distinction from esoteric (bāṭinī) interpretation. This study employs a critical and analytical approach to examine the definitions, examples, principles, and conditions associated with Tafsīr al-Ishārī, with particular attention to the views of prominent scholars, including al-Zurqānī, al-Ṣābūnī, Ibn Taymiyyah, Ibn al-Qayyim, Shāh Walī Allāh al-Dihlawī, and other authorities. The study finds that Sufi allusions cannot be categorically rejected when they remain compatible with the established apparent meaning of the Qur'an and do not contradict the Qur'an, Sunnah, or definitive principles of Islamic law. Nevertheless, such spiritual insights should not be treated as the exclusive or definitive intended meaning of Qur'anic verses without valid textual or methodological evidence. The study further demonstrates that acceptable Tafsīr al-Ishārī differs fundamentally from bāṭinī interpretation, particularly in its affirmation of the apparent meaning of the Qur'an and its rejection of arbitrary alteration of Qur'anic words and meanings. It concludes that Sufi exegesis may constitute a valuable dimension of spiritual reflection, ethical cultivation, and inner purification, provided that it remains within established exegetical and Sharī'ah-based principles.
Keywords: *Sufi Exegesis, Tafsīr al-Ishārī, Qur'anic Interpretation, Esoteric Interpretation, Bāṭinī Interpretation, Spiritual Reflection, Qur'anic Hermeneutics.*

تمہید

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور انسانیت کے لیے ہدایت کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے اور اس کی تعلیمات کو واضح کرنے کے لیے مفسرینِ کرام نے مختلف ادوار میں اپنے علمی ذوق، تخصص اور تحقیقی منہج کے مطابق متعدد اسالیب اختیار کیے۔ چنانچہ تفسیری ادب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مفسرین نے قرآنِ کریم کی تفسیر خود قرآنِ کریم کی روشنی میں کی، بعض نے احادیثِ نبویہ کو بنیاد بنایا، جبکہ بعض نے اقوالِ صحابہؓ اور تابعینؒ سے استفادہ کرتے ہوئے تفسیر بالماثور کا منہج اختیار کیا۔ امام طبریؒ کی جامع البیان اور ابن کثیرؒ کی تفسیر القرآن العظیم اس منہج کی نمایاں مثالیں ہیں۔

اسی طرح بعض مفسرین نے قرآنِ کریم میں وارد فقہی احکام کی توضیح، ان کے استنباط اور فقہی اختلافات کے بیان کو خصوصی اہمیت دی، جس کے نتیجے میں تفسیر کا فقہی منہج وجود میں آیا۔ امام قرطبیؒ کی الجامع لأحکام القرآن اس طرزِ تفسیر کی ایک معروف مثال ہے۔ بعض مفسرین نے قرآنِ کریم کے فہم کے لیے عربی زبان، لغت، صرف و نحو اور اسالیبِ عرب کو بنیادی اہمیت دی، جبکہ بعض نے آیات کے اعجازِ بیانی، نظم، معانی اور بلاغی لطائف کو نمایاں کرتے ہوئے بلاغی منہج اختیار کیا۔ زمخشریؒ کی الکشاف اس

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 01 Issue No: 04 (2024)

سلسلے میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔اسی طرح بعض مفسرین نے عقائد وکلامی مسائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آیاتِ قرآنیہ کی تشریح کی، جس کی نمایاں مثال فخر الدین رازیؒ کی مفاتیح الغیب ہے۔

ان مختلف تفسیری مناہج کے ساتھ ایک اہم منہج تفسیرِ اشاری یا صوفیانہ تفسیر کا بھی ہے۔صوفی مفسرین نے قرآنِ کریم کے ظاہری معانی کے ساتھ ساتھ اس کے اندر موجود ان روحانی اور اخلاقی اشارات کو بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو تزکیۂ نفس، اصلاحِ باطن اور سلوک و معرفت سے تعلق رکھتے ہیں۔ سہل تستریؒ کی تفسیر التستری، ابو عبد الرحمن سلمیؒ کی حقائق التفسیر اور اسماعیل حقیؒ کی روح البیان اس منہج کی معروف مثالیں ہیں۔

تاہم تفسیرِ اشاری کے حوالے سے ایک اہم علمی اور اصولی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کی آیات سے اخذ کیا جانے والا ہر روحانی یا صوفیانہ مفہوم کس حد تک قابلِ قبول اور معتبر ہے؟ کیا ہر وہ معنی جو کسی مفسر کے ذوق، کشف یا روحانی تجربے کی بنیاد پر آیت سے اخذ کیا جائے، اسے تفسیرِ قرآن قرار دیا جا سکتا ہے؟ یا اس کے لیے کچھ شرعی، لغوی اور اصولی شرائط کی پابندی ضروری ہے؟ مزید یہ کہ تفسیرِ اشاری اور باطنی تاویل کے درمیان امتیاز کی بنیاد کیا ہے، اور اہلِ علم نے اس سلسلے میں کیا اصول مقرر کیے ہیں؟

زیرِ نظر مقالے میں اسی بنیادی مسئلے کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا۔اس میں تفسیرِ اشاری کے مفہوم اور اس کی علمی حیثیت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے جواز و عدمِ جواز کے دلائل کا جائزہ لیا جائے گا، نیز یہ متعین کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ کن اصول و شرائط کی پابندی کے ساتھ تفسیرِ اشاری کو معتبر اور قابلِ قبول قرار دیا جا سکتا ہے۔اس تحقیق کا بنیادی مقصد تفسیرِ اشاری کی محض توصیف پیش کرنا نہیں، بلکہ قرآنِ کریم کے فہم کے اس منہج کی حجیت، حدود اور شرائطِ اعتبار کو علمی و اصولی بنیادوں پر واضح کرنا ہے۔

صوفیانہ تفسیر کا مفہوم

صوفیانہ تفسیر کو تفسیر اشاری بھی کہا جاتا ہے۔صوفیانہ تفسیر اور تفسیر اشاری سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں ظاہری الفاظ کو چھوڑ کر ان اشارات کی روشنی میں تفسیر کیا جائے جو ارباب صفا پر منکشف ہوتے ہیں لیکن قرآن کریم کے ظاہری معانی کا انکار نہ کیا جائے۔

علامہ عبد العظیم زرقانی تفسیر اشاری کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں؛

"التفسیرالاشاری:هو تاویل القرآن علی خلاف ظاهره، لاشارة خفیت تظهر لارباب السلوک والتصوف ویمکن الجمع بینها وبین الظاهر المراد ایضا"[1]

"تفسیر اشاری یہ ہے کہ قرآن مجید کے ظاہر کے برخلاف ان خفیہ اشارات کی روشنی میں قرآن کریم کی شرح کی جائے جو اہل سلوک وتصوف کے قلب وذہن پر وارد ہوتے ہیں اور اس اشاری تفسیر اور قرآن مجید کی ظاہری مراد میں جمع وتطبیق بھی ممکن ہوتی ہے۔"

تفسیر اشاری کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ محمد صابونی فرماتے ہیں؛

"هو تاويل القرآن على خلاف ظاهره،لاشارات خفية تظهر لبعض اولى العلم او تظهر للعارفين بالله من ارباب السلوك والمجاهدة للنفس ممن نور الله بصائرهم فادركوا اسرار القرآن العظيم، او انقدحت فى اذهانهم بعض المعانى الدقيقة بواسطة الالهام الالهى او الفتح الربانى مع امكان الجمع بينها وبين الظاهر المراد من الآيات الكريمات"[2]

"اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کی تاویل وتوضیح اس کے ظاہری الفاظ کے بجائے ان مخفی اشارات کو سامنے رکھتے ہوئے کی جائے جو اہل علم یا معرفت الٰہیہ رکھنے والے ارباب سلوک اور مجاہدہ نفس میں منہمک اولیاء وصالحین کے لیے ظاہر ہوتے ہیں۔باری تعالیٰ ان نفوس قدسیہ کو نور بصیرت عطا فرماتے ہیں جس سے قرآن کریم کے اسرار وحکم تک ان کی رسائی ہو جاتی ہے یا الہام اور فتح ربانی کے ذریعے ان کے قلوب واذہان میں بعض دقیق نکات القا ہو جاتے ہیں۔واضح رہے کہ اہل معرفت کی نکتہ سنجیوں اور آیات مبارکہ کے ظاہری مفہوم میں جمع وموافقت کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔"

صوفیانہ تفسیر کے مثال

صوفیائے کرام سے قرآن کریم کی آیات کے تحت کچھ ایسی باتیں منقول ہوتی ہیں جو بظاہر تفسیر معلوم ہوتی ہیں، مگر وہ آیت کے ظاہری اور ماثور معنی کے خلاف ہوتی ہیں،

مثلاً قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے؛

قاتلواالذین یلونکم من الکفار

"جنگ کرو ان کافروں سے جو تم سے متصل ہیں"

اس کے تحت بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں؛

قاتلوا النفس فانھا تلی الانسان

"نفس سے قتال کرو، کیونکہ وہ انسان سے سب سے زیادہ متصل ہے"

اس قسم کے جملوں کو بعض حضرات نے قرآن کریم کی تفسیر سمجھ لیا، حالانکہ درحقیقت وہ تفسیر نہیں، صوفیائے کرام کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ قرآن کریم کی اصل مراد یہ ہے، اور جو مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آرہاہے وہ مراد نہیں ہے، بلکہ وہ قرآن کریم کے ظاہری مفہوم پر جو اس کے اصل مآخذ سے ثابت ہو پوری طرح ایمان رکھتے ہیں، اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر وہی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنے اُن وجدانی استنباطات کو بھی ذکر کردیتے ہیں جو اُس آیت کی تلاوت کے وقت اُن کے قلب پر وارد ہوئے، چنانچہ مذکورہ بالا مثال میں صوفیاء کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس آیت میں کفار کے مقابلے پر جہاد و قتال کا حکم مراد نہیں، بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ کفار سے جہاد و قتال کا حکم تو اس آیت کا اصلی تقاضا ہی ہے لیکن اسی آیت سے وجدانی طور پر انسان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ سب سے قریبی نافرمان اس کا نفس ہے، جو اُسے برائیوں پر آمادہ کرتا رہتا ہے، لہذا کفار سے جہاد کے ساتھ ساتھ اُس سے بھی جہاد ضروری ہے۔[3]

ماضی قریب کے معروف مفسر علامہ محمود آلوسی بغدادی جن کی تفسیر میں صوفیائے کرام کے اس قسم وجدانی استنباطات بکثرت ملتے ہیں، صوفیاء کے منشاء کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں؛

"قرآن کریم میں سادات صوفیاء سے جو کلام منقول ہے وہ درحقیقت ان دقیق امور کی طرف اشارہ ہوتے ہیں جو ارباب سلوک پر منکشف ہوتے ہیں، اور ان اشارات میں اور قرآن کریم کے ظاہری مفہوم میں جو حقیقتاً مراد ہوتا ہے تطبیق ممکن ہے، صوفیاء کا یہ اعتقاد نہیں ہوتا کہ ظاہری مفہوم مراد نہیں، اور باطنی مفہوم مراد ہے، اس لئے کہ یہ تو باطنی ملحدوں کا اعتقاد ہے جسے انہوں نے شریعت کی بالکلیہ نفی کا زینہ بنایا ہے، ہمارے صوفیائے کرام کا اس اعتقاد سے کوئی واسطہ نہیں، اور ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ جبکہ صوفیاء نے یہ تاکید کی ہے کہ قرآن کریم کی ظاہری تفسیر کو سب سے پہلے حاصل کیا جائے۔"[4]

صوفیانہ تفسیر کی قبولیت کے شرائط

صوفیانہ تفسیر کو تفسیر اشاری بھی کہا جاتا ہے۔ صوفیانہ تفسیر کی قبولیت کے لئے علمائے کرام نے جو شرائط بیان کی ہیں وہ چار ہیں جو درج ذیل ہیں؛

اول: ان اقوال کو قرآن کریم کی تفسیر قرار نہ دیا جائے، بلکہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن کریم کی اصل مراد وہی ہے جو تفسیر کے اصل ماخذ سے سمجھ میں آتی ہے، اور یہ اقوال محض وجدانی استنباطات کی حیثیت رکھتے ہیں، لہذا اگر ان اقوال کو قرآن کریم کی تفسیر سمجھ لیا جائے تو یہ گمراہی ہے، چنانچہ امام ابو عبدالرحمٰن سلمی نے ایک کتاب "حقائق التفسیر" کے نام سے لکھی تھی جو اسی قسم کے اقوال پر مشتمل تھی، اس کے بارے میں امام واحدی نے فرمایا کہ؛

"جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ یہ تفسیر ہے تو وہ کافر ہو جائے گا"

دوم: اس قسم کے اقوال میں بھی صرف اُن اقوال کو درست سمجھا جاسکتا ہے جن سے قرآن کریم کی کسی آیت کے ظاہری مفہوم یا شریعت کے کسی مسلمہ اصول کی نفی نہ ہوتی ہو، اور اگر ان وجدانیات کے پردے میں دین کے مسلم اصول و قواعد کی خلاف ورزی کی جانے لگے تو یہ صریح الحاد ہے۔

سوم: اس قسم کے وجدانیات صرف اُس وقت معتبر ہوسکتے ہیں جب وہ قرآن کریم کی تحریف کی حد تک نہ پہنچتے ہوں، اور اگر قرآن کریم کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر کوئی بات کہی جائے تو وہ بھی الحاد اور گمراہی ہے، مثلاً ایک شخص نے آیت قرآنی "من ذاالذی یشفع" کے تحت یہ کہا کہ یہ اصل میں "من ذل ذی یشف ع" ہے۔ "ذی" سے مراد نفس ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص نفس کو ذلیل کرے گا، شفا پا جائیگا، اس بات کو یاد رکھو، علامہ سراج الدین بلقینی سے اس کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ؛ "ایسا کہنے والا ملحد ہے۔"

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 01 Issue No: 04 (2024)

چہارم: قدیم زمانے میں ملحدوں کا ایک فرقہ "باطنیہ" کے نام سے گذرا ہے، جس کا دعوی یہ تھا کہ قرآن کریم سے ظاہری طور پر جو مطلب سمجھ میں آتا ہے، حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کے مراد نہیں ہے، بلکہ ہر لفظ سے ایک باطنی مفہوم کی طرف اشارہ ہے، اور وہی قرآن کی اصل تفسیر ہے۔ یہ اعتقاد باجماع امت کفر والحاد ہے، لہذا صوفیاء کے کسی قول کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد رکھا جائے تو وہ باطنیت ہو گا۔[5]

ان چار امور کی رعایت کے ساتھ صوفیائے کرام کے اقوال کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور بلاشبہ بعض مخصوص واردات واحوال رکھنے والوں کو ان اقوال سے فائدہ بھی پہنچا ہے، اسی وجہ سے علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "روح المعانی" میں آیات کی مکمل تفسیر لکھنے کے بعد ایک مستقل عنوان "من باب الاشارۃ فی الآیات" قائم کرتے ہیں، اور اس میں اس قسم کے وجدانیات ذکر فرماتے ہیں۔

صوفیانہ تفسیر کے متعلق علمائے کرام کی آراء

علامہ ابن تیمیہ تفسیر اشاری کے متعلق فرماتے ہیں؛

"لاریب ان اللہ یفتح علی قلوب اولیائه المتقین وعباده الصالحین بسبب طهارة قلوبهم لما یکرهه واتباعهم مما یحبه، ما لا یفتح علی غیرهم وهذا کما قال علی رضی اللہ عنه:الاً فهما یؤتیه اللہ عبداً فی کتابه۔"[6]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے متقی دوستوں اور صالح بندوں کے دلوں پر، جو اس کی ناپسندیدہ چیزوں سے اپنے قلوب کو پاک رکھتے اور اس کے پسندیدہ احکام واوامر کی پیروی کرتے ہیں، ایسے علوم ومعارف کے دروازے کھول دیتا ہے جن سے دوسروں کو محروم رکھتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی اسی حقیقت کی جانب اشارہ کناں ہے کہ "ہاں! مگر جو اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی کتاب کا فہم عطا فرمادے۔"

علامہ ابن قیم فہم شریعت میں لوگوں کے مختلف مراتب ومدارج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

"والمقصود تفاوت الناس فی مراتب الفهم فی النصوص وان منهم من یفهم من الایة حکماً او حکمین، ومنهم من یفهم منها عشرة احکام او اکثر من ذالک ومنهم من یقتصر فی الفهم علی مجرد اللفظ دون ایمائه واشارته وتنبیهه واعتباره"[7]

"مقصود یہ ہے کہ نصوص شریعت کے مراتب فہم میں لوگوں میں فرق وتفاوت پایا جاتا ہے چنانچہ بعض لوگ کسی آیت سے ایک یا دو احکام اخذ کرتے ہیں جب کہ بعض اسی آیت سے دس یا اس سے بھی زائد نکات مستنبط کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ فہم کے باب میں محض ظاہر الفاظ کی حد تک محدود رہتے ہیں، ان کا ذہن نہ اس کے سیاق وسباق اور ایماء واشارہ کی جانب ملتفت ہوتا ہے اور نہ وہ اس کے اعتبار وتنبیہ ہی کی طرف متوجہ ہو پاتے ہیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں؛

"واما اشارات الصوفیة واعتباراتهم فلیست فی الحقیقة من فن التفسیر، وانما یظهر علی قلب السالک عند استماع القرآن اشیاء، وتتولد له فی نظم القرآن ، ومثل مایتصف به السالک من حالة او معرفة حصلت له کمثل من سمع من العشاق قصة لیلی والمجنون فتذکر له فیستحضر ما کان من المعاملة بینه وبین محبوبته۔"[8]

"صوفیا کے اشارات اور اُن کی تعبیرات حقیقت میں فن تفسیر سے تعلق نہیں رکھتے البتہ کسی سالک کے دل میں، جب وہ قرآن مجید سنتا ہے، کچھ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جن کے لئے نظم قرآن میں بھی مناسب جگہ ہوتی ہے (یہی چیز اشاری تفسیر کہلاتی ہے) کسی سالک کو کوئی حال اور معرفت بالکل اس طرح حاصل ہوتی ہے جیسا کہ کوئی عاشق جب لیلیٰ اور مجنون کا قصہ سنتا ہے تو اُسے بھی وہی معاملہ یاد آجاتا ہے جو کبھی اس کے درمیان اور اس کے محبوب کے درمیان پیش آیا تھا۔"

امام ابو عبدالرحمٰن السلمی ایک مشہور محدث اور بزرگ صوفی گزرے ہیں، انہوں نے "حقائق التفسیر" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کے بارے میں امام ابن الصلاح سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے نے سائل کو جو جواب دیا اسے امام بدر الدین زرکشی اور حافظ سیوطی نے نقل کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا؛

" کلام الصوفیة فی تفسیر القرآن ، فقیل لیس تفسیراً، وانما هی معان ومواجید یجدونها عند التلاوة۔"[9]

تفسیر قرآن کے سلسلے میں صوفیائے کرام کے کلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ تفسیر نہیں بلکہ یہ کچھ معانی اور وجدانی باتیں ہوتی ہیں جس کا تلاوت کے وقت انہیں ادراک ہوتا ہے۔"

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 01 Issue No: 04 (2024)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عبد الرحمٰن السلمی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے؛

"وانما اوردته فی هذا القسم لان تفسیره غیر محمود"[10]

"میں نے اُن کا ذکر یہاں اس حیثیت سے کیا ہے کہ اُن کی تفسیر غیر محمود ہے۔"

خلاصۃ البحث

زیرِ نظر تحقیق میں صوفیانہ تفسیر، جسے تفسیرِ اشاری بھی کہا جاتا ہے، کی استنادی حیثیت، مفہوم، حدود اور شرائطِ قبولیت کا تحقیقی واصولی جائزہ لیا گیا ہے۔ مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ صوفیانہ تفسیر سے مراد قرآنِ کریم کے ظاہری اور معتبر مفہوم کو نظر انداز کیے بغیر ان روحانی، اخلاقی اور وجدانی اشارات کو بیان کرنا ہے جو اہلِ سلوک و معرفت کے لیے آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت و تدبر کے دوران منکشف ہوتے ہیں۔ اہلِ علم نے تفسیرِ اشاری اور باطنی تاویل کے درمیان بنیادی فرق واضح کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا ہے کہ قرآنِ کریم کے ظاہری معنی کا انکار یا اسے غیر مراد قرار دینا قابلِ قبول نہیں۔ تحقیق سے یہ بھی سامنے آیا کہ صوفیانہ اشارات کو معتبر قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے مسلمہ اصولوں، آیات کے ظاہری مفہوم اور شریعت کے قطعی احکام سے متصادم نہ ہوں اور نہ ہی الفاظِ قرآن میں تحریف یا بے جا تاویل کی صورت اختیار کریں۔ ابن تیمیہ، ابن قیم، شاہ ولی اللہ اور دیگر اہلِ علم کی آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کے فہم کے مراتب مختلف ہوسکتے ہیں اور بعض روحانی اشارات اہلِ سلوک کے لیے باعثِ معرفت وتزکیہ ہوسکتے ہیں، تاہم انہیں قرآنِ کریم کی قطعی ومستند تفسیر کے مساوی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

نتائج البحث

اس تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ صوفیانہ تفسیر اپنی اصل کے اعتبار سے قرآنِ کریم کے ظاہری اور ماثور مفہوم کی نفی نہیں کرتی، بلکہ اس کے ساتھ بعض روحانی، اخلاقی اور تربیتی اشارات کو بیان کرتی ہے؛ اس لیے اسے مطلقاً مردود قرار دینا درست نہیں، تاہم ہر صوفیانہ قول کو بلاشرط تفسیرِ قرآن کا درجہ بھی نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی علمی قبولیت اسی وقت ممکن ہے جب وہ قرآن وسنت کے قطعی اصولوں اور آیت کے ظاہرِ معتبر سے متصادم نہ ہو، الفاظِ قرآن میں تحریف نہ کی جائے اور اسے قرآن کی اصل مراد قرار نہ دیا جائے۔ اس کے برعکس وہ تاویل جو ظاہری مفہوم کو باطل قرار دے، قرآن کے الفاظ کو من مانے انداز میں تبدیل کرے یا شریعت کے مسلمہ اصولوں کی مخالفت پر مبنی ہو، تفسیرِ اشاری کے دائرے میں نہیں آتی۔ چنانچہ صوفیانہ اشارات کو تدبر، تزکیہ، اخلاقی تربیت اور روحانی استفادے کے ضمن میں قابلِ غور معانی قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن انہیں مستند تفسیری ماخذ یا قطعی مرادِ الٰہی کا درجہ دینے کے لیے معتبر نقلی واصولی دلیل ضروری ہے۔

حوالہ جات

---

1 : مناہل العرفان، عبد العظیم الزرقانی، صفحہ:۳۸۷، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۶ھ
2 : التبیان فی علوم القرآن، محمد علی الصابونی، صفحہ ۱۹۱، مکتبۃ البشری، ۱۴۳۰ھ
3 : علوم القرآن، محمد تقی عثمانی، صفحہ:۳۵۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی، سن طباعت:۱۴۱۵ھ
4 : روح المعانی، علامہ محمود آلوسی، جلد:۱، صفحہ:۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، س،ن
5 : علوم القرآن، علامہ محمود آلوسی، صفحہ:۳۵۵
6 : مجموع الفتاوی، ابن تیمیہ، جلد:۱۳، صفحہ:۱۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
7 : اعلام الموقعین، ابن قیم، صفحہ:۲۷۰، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۹ھ
8 : الفوزالکبیر، شاہ ولی اللہ، صفحہ:۸۰، مکتبۃ البشری، کراچی، ۱۴۳۲ھ
9 : البرہان فی علوم القرآن، بدرالدین زرکشی، جلد:۲، صفحہ:۱۷۰، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۹ھ
10 : الاتقان فی علوم القرآن، جلال الدین سیوطی، جلد:۲، صفحہ:۲۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ